



An Analysis of the Quranic Narrative of Abraham (AS) and Orientalist Criticisms

قصہ ابراہیم کا مترآنی بیان اور مستشرقین کی تنقیدات کا تجزیہ

Rashad Manzoor

PhD Islamic Studies Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Islamabad

rashidmanzoorabbasi@gmail.com

Muhammad Ghayas

Assistant Professor Department of Islamic Studies, Riphah International University, Islamabad

muhammad.ghayas@riphah.edu.pk

ABSTRACT

This research paper consider the socio-religious aspects and the modern relevance of the chosen topic of discussion. The paper discusses the historical context, the major theological debates and societal influence of the problem in classical and contemporary society. Relying on primary sources of Islam the Quran, established collections of authentic Hadith and the views of early jurists the paper points to the principles according to which the classical scholars shaped their legal and ethical views. It subsequently contrasts these classical stances with the current academic discourses and policy debates bringing out similarities and differences. The research techniques are qualitative textual analysis based on authoritative commentaries, fiqh literature and current peer-reviewed literature to construct a logical argument. The results show that the core Islamic doctrines do not change; however, the way they are applied to contemporary issues in the society should be carefully contextualized. Social justice, ethical governance, the tension between tradition and innovation are issues around which the discourse revolves. The study indicates that the interpretation of the spirit (maqāsid) of the Shariah, its goals of justice, mercy, and common good are essential to responding to the realities of the present without losing the essential values. In addition, the paper provides certain practical suggestions to scholars, educators and policymakers so as to close the divide between historical jurisprudence and the contemporary socio-economic reality. These involve revisiting the classical interpretations, in the presence of the modern evidence, multidisciplinary dialogue, and community awareness programs through culturally sensitive and theologically sound programs. Finally, the research also adds to the current academic discourse by proving that an active but also principled interaction with Islamic sources could offer potential solutions to existing challenges. It highlights the importance of intellectual receptiveness, moral accountability and profound understanding of the comprehensive vision of Islam in the leadership of the contemporary society.

Keywords: Islamic Jurisprudence, Socio-Religious Analysis, Contemporary Application, Maqāsid al-Shariah, Ethical Governance, Classical and Modern Perspectives, Qualitative Textual Analysis.

1- مقدمہ

موضوع کے انتخاب کی اہمیت

قرآنی قصص بالخصوص قصہ ابراہیم علیہ السلام کے انتخاب کی اہمیت متعدد پہلوؤں سے واضح ہے۔ اولاً، یہ قصہ انسانی زندگی کے تمام مراحل اور شعبوں میں رہنمائی کا ایک جامع نظام پیش کرتا ہے۔ ثانیاً، موجودہ دور میں جب کہ مذہبی تعلیمات پر مختلف حلقوں سے اعتراضات کیے جا رہے ہیں، قرآنی قصص کے ذریعے ان اعتراضات کا مدلل اور علمی

جواب دینا از حد ضروری ہے۔ ثالثاً، قصہ ابراہیم علیہ السلام میں توحید، استقامت، قربانی، ایثار، صبر اور دعا جیسی عظیم صفات کا مکمل نمونہ موجود ہے جو آج کے مادی دور میں انسانیت کے لیے مشکل راہ کا درجہ رکھتا ہے۔ رابعاً، اس موضوع کا انتخاب اس لیے بھی اہم ہے کہ مستشرقین نے خاص طور پر قصہ ابراہیم پر متعدد اعتراضات وارد کیے ہیں جن کا علمی اور تحقیقی جواب دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ خامساً، یہ موضوع نہ صرف مذہبی حلقوں بلکہ علمی و ادبی حلقوں میں بھی یکساں اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ اس میں تاریخ، ادب، فلسفہ اور اخلاقیات کے پہلو بھی شامل ہیں۔

تحقیق کے مقاصد

اس تحقیقی مطالعہ کے متعدد اہم مقاصد ہیں۔ اولین مقصد قرآنی قصہ ابراہیم علیہ السلام کے اخلاقی و فکری پہلوؤں کو واضح کرنا ہے۔ دوسرا مقصد مستشرقین کے اعتراضات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرنا ہے۔ تیسرا مقصد قرآن اور بائبل کے قصہ ابراہیم میں پائے جانے والے مشترک اور اختلافی نکات کا تقابلی جائزہ پیش کرنا ہے۔ چوتھا مقصد قصہ ابراہیم سے حاصل ہونے والی تعلیمات کو جدید دور کے تناظر میں پیش کرنا ہے۔ پانچواں مقصد اس قصے میں پوشیدہ نفسیاتی اور سماجی پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے۔ چھٹا مقصد نئی نسل تک قرآنی قصے کی صحیح تعلیمات پہنچانے کے لیے راہ ہموار کرنا ہے۔ ساتواں مقصد بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے قرآنی قصے کو ایک ذریعہ کے طور پر پیش کرنا ہے۔ آٹھواں مقصد قرآن مجید کے اعجاز بیانی کو قصہ ابراہیم کی روشنی میں واضح کرنا ہے۔

تحقیق کے بنیادی سوالات

اس تحقیق کے بنیادی سوالات درج ذیل ہیں: اولاً، قرآنی قصہ ابراہیم علیہ السلام کے اہم اخلاقی و فکری پہلو کون سے ہیں؟ ثانیاً، مستشرقین نے قصہ ابراہیم پر کن اعتراضات کو وارد کیا ہے؟ ثالثاً، ان اعتراضات کے علمی و تحقیقی جوابات کیا ہیں؟ رابعاً، قرآن اور بائبل کے قصہ ابراہیم میں کیا مشترکات اور اختلافات پائے جاتے ہیں؟ خامساً، قصہ ابراہیم سے حاصل ہونے والی تعلیمات کو جدید دور میں کیسے پیش کیا جاسکتا ہے؟ سادساً، کیا قرآنی قصے بین المذاہب مکالمے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں؟ سابعاً، قصہ ابراہیم میں پوشیدہ نفسیاتی اور سماجی پہلو کون سے ہیں؟ ثامناً، قرآنی قصے کی تعلیمات کو نئی نسل تک مؤثر طریقے سے کیسے پہنچایا جاسکتا ہے؟

2- حضرت ابراہیمؑ کا تعارف

نسب اور تاریخی پس منظر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب نامہ انتہائی شریف اور معتبر ہے جو انہیں حضرت سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ان کا تذکرہ "ابراہیم" کے نام سے 69 مرتبہ آیا ہے جو ان کے عظیم مرتبے کی نشاندہی کرتا ہے¹۔ تاریخی مصادر کے مطابق آپ کی پیدائش تقریباً 1996 قبل مسیح میں عراق کے قدیم شہر "اور" میں ہوئی جو دریائے فرات کے کنارے آباد تھا²۔ آپ کے والد کا نام "آزر" تھا جو بت تراش تھا اور بت پرستی میں ملوث تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچپن ہی سے اپنے معاشرے کی بت پرستی کو مسترد کر دیا اور توحید کی دعوت دی۔ آپ کی زوجہ محترمہ سارہ اور ہاجرہ تھیں جن سے آپ کی اولاد ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "آبو الانبیاء" کا لقب دیا جاتا ہے کیونکہ ان کی اولاد میں متعدد انبیاء پیدا ہوئے۔ تاریخی روایات کے مطابق آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ عراق، شام، فلسطین اور مصر میں گزارا اور توحید کی دعوت دی۔

شخصیت کا ادیان میں مقام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تینوں ابراہیمی مذاہب (اسلام، یہودیت اور عیسائیت) میں انتہائی محترم اور قابل احترام مقام حاصل ہے۔ قرآن مجید میں انہیں "آئمۃ قانتا للہ حنیفا ولم یک من المشرکین" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے³۔ یہودیت میں انہیں پہلا patriarch مانا جاتا ہے جبکہ عیسائیت میں انہیں faith کا باپ تصور کیا جاتا ہے⁴۔ اسلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "خلیل اللہ" کا لقب عطا ہوا اور ان کی سنت کو اسلام میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ان کا تذکرہ ایک مثالی شخصیت کے طور پر کیا گیا ہے جو توحید، استقامت اور اللہ پر کامل بھروسے کی بہترین مثال ہیں۔ آپ کی شخصیت میں عدل، انصاف، بردباری اور استقامت جیسی صفات نمایاں تھیں۔ تینوں مذاہب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے اور ان کی تعلیمات کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔

¹ ابن کثیر، القصص الأنبياء، (بيروت: دار المعرفة، 2001)، ص 145

² طه باقر، مقدمة في تاريخ الحضارات القديمة، (بغداد: دار الحرية، 1986)، ص 234

³ ابن جرير الطبري، جامع البيان عن تأويل آي القرآن، (القاهرة: دار الحديث، 2000)، ص 267

⁴ Karen Armstrong, A History of God, (New York: Ballantine Books, 1993), p. 56

حضرت ابراہیمؑ کا لقب اور اوصاف

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرآن مجید میں متعدد القابات سے نوازا گیا ہے جن میں "خلیل اللہ"، "أبو الأئیماء"، "إمام الناس"، اور "حنیفاً" نمایاں ہیں⁵۔ آپ کے اہم اوصاف میں توحید پر استقامت، اللہ پر کامل توکل، ضبط نفس، اور عظیم قربانی شامل ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وإن من شیعته لإبراهیم إذ جاء ربہ بقلب سلیم"⁶۔ آپ کی شخصیت میں علم و حکمت، شجاعت، عدل، اور رحم جیسے اوصاف نمایاں تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی توحید کی اشاعت اور شرک کے خلاف جدوجہد میں گزار دی۔ آپ کی دعاؤں کو قرآن مجید میں خاص اہمیت حاصل ہے اور انہیں قبولیت کی سند دی گئی ہے۔ آپ کے اخلاق و اوصاف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں امامت کے عظیم منصب پر فائز فرمایا۔

3- قرآن مجید میں قصہ ابراہیمؑ کی جامعیت

مختلف سورتوں میں ذکر

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر انتہائی وسیع اور جامع پیمانے پر کیا گیا ہے۔ ان کا تذکرہ قرآن مجید کی پچیس مختلف سورتوں میں پایا جاتا ہے، جو ان کے مقام و مراتب کی وسعت پر دلالت کرتا ہے⁷۔ یہ سورتیں البقرہ، آل عمران، النساء، الانعام، توبہ، ہود، یوسف، ابراہیم، الحجر، النحل، مریم، الانبیاء، الحج، الشعراء، العنکبوت، الاحزاب، الصافات، ص، الشوری، الزخرف، الذاریات، الحديد، النجم، الممتحزہ، اور الاعلیٰ پر مشتمل ہیں⁸۔ ان مختلف سورتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات اور تعلیمات کو مختلف انداز اور مختلف پہلوؤں سے بیان کیا گیا ہے۔ کہیں ان کی بعثت اور توحید کی دعوت کا تذکرہ ہے، تو کہیں ان کے اور ان کی قوم کے درمیان ہونے والے مکالمات اور مناظرات کو بیان کیا گیا ہے۔ کہیں ان کی آزمائشوں اور ان میں ان کی استقامت کا بیان ہے، تو کہیں ان کی دعاؤں اور مناجات کا ذکر ہے۔ اس طرح قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت اور ان کے مشن کے مختلف پہلوؤں کو متعدد سورتوں میں تقسیم کر کے ایک جامع اور ہمہ گیر تصور پیش کیا ہے۔

قصے کی تکرار اور حکمت

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کی تکرار میں بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ ہر سورت میں ان کے واقعات کو ایک خاص انداز اور خاص سیاق و سباق میں پیش کیا گیا ہے۔ سورہ الانعام میں ان کے توحیدی استدلال کا بیان ہے، جہاں وہ ستارے، چاند اور سورج کو دیکھ کر ان کے رب ہونے کا انکار کرتے ہیں⁹۔ سورہ الانبیاء میں ان کی بت شکنی اور قوم کے ساتھ مناظرے کا تذکرہ ہے¹⁰۔ سورہ البقرہ میں نمرود کے ساتھ ان کے مشہور مناظرے کو بیان کیا گیا ہے، جہاں وہ موت و حیات اور سورج کے طلوع و غروب کے حوالے سے نمرود کو لکارتے ہیں¹¹۔ سورہ الصافات میں انہیں آگ میں پھینکے جانے اور اللہ کے فضل سے ان کی حفاظت کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس تکرار کی ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ ہر واقعہ کو اس سورت کے مرکزی مضمون کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ ہر بار قصے کے کسی نئے پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ مخلوق کے مختلف گروہوں کے لیے ان کے واقعات سے مختلف دروس و عبرت اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ چوتھی حکمت یہ ہے کہ اس تکرار کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔

قصے کی ترتیب اور اسلوب

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کی ترتیب اور اسلوب بیان نہایت منفرد اور حکیمانہ ہے۔ مختلف سورتوں میں ان کے واقعات کو تاریخی ترتیب کے بجائے تربیتی اور تعلیمی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ سورہ مریم میں ان کے والد کے ساتھ مکالمہ ہے، جو ان کے ابتدائی دور کی بات ہے¹²۔ سورہ الانبیاء میں ان کی بت شکنی اور قوم کے ساتھ

⁵ ابن القيم الجوزیة، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، (بیروت: مؤسسة الرسالة، 1998)، ص 178

⁶ الصافات: 83-84

⁷ ذخیرہ اسلامی معلومات، "حضرت ابراہیم علیہ السلام اور قرآن"، (بصورت آن لائن چینل، 2023)، سوال-جواب نمبر

301

⁸ ذخیرہ اسلامی معلومات، "حضرت ابراہیم علیہ السلام اور قرآن"، (بصورت آن لائن چینل، 2023)، سوال-جواب نمبر

302

⁹ سید ابوالاعلیٰ مودودی، "حضرت ابراہیمؑ کے ابتدائی مذہبی تفکرات"، (بلاغ، 2017)، ص 2

¹⁰ Tahreem Tariq، "قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذاکرات"، (بلاغ، 2018)، ص 1

¹¹ دارالافتاء جامعہ بنوری ٹاؤن، "قرآن کریم میں مذکور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے ایک واقعہ کا بیان"، (کراچی: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، 2022)، ص 1

¹² ویکیپیڈیا، "ابراہیم (اسلام)"، (آزاد دائرۃ المعارف، 2023)، ص 1

مجادلہ ہے۔ سورہ الصافات میں انہیں آگ میں ڈالے جانے کا واقعہ ہے۔ سورہ البقرہ میں نمرود کے ساتھ مناظرہ اور خانہ کعبہ کی تعمیر کا تذکرہ ہے۔ اس اسلوب کی خاص بات یہ ہے کہ ہر سورت میں قصے کا ایک خاص پہلو نمایاں کیا گیا ہے۔ سورہ ابراہیم میں ان کی دعاؤں اور مناجات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے¹³۔ قرآن مجید کے اس اسلوب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کو ایک زندہ اور متحرک تعلیم میں تبدیل کر دیا ہے، جو ہر دور کے مسلمان کے لیے راہنمائی کا ذریعہ ہے۔

4- حضرت ابراہیمؑ کی دعوت توحید

والد آزر کے ساتھ مکالمہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد آزر کے ساتھ مکالمہ قرآن مجید میں سورہ مریم میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ یہ مکالمہ درحقیقت توحید اور شرک کے درمیان بنیادی فرق کو واضح کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت شفقت اور احترام کے ساتھ اپنے والد کو مخاطب کیا: "يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا" (اے میرے باپ! تم ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں اور نہ تمہیں کسی نقصان سے بچا سکتی ہیں)¹⁴۔ اس مکالمے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو توحید کی طرف بلانے کے لیے نہایت حکیمانہ اور موثر اسلوب اختیار کیا۔ وہ پہلے اپنے والد کے لیے محبت اور احترام کا اظہار کرتے ہیں، پھر انہیں بتوں کی عبادت کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں¹⁵۔ یہ مکالمہ درحقیقت والدین کے ساتھ احترام کے ساتھ حق بات کہنے کا بہترین نمونہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو کسی قسم کی توہین یا گستاخی کیے بغیر محبت اور شفقت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی۔ اس مکالمے سے یہ درس ملتا ہے کہ دعوت و تبلیغ کے کام میں مخاطب کے جذبات کا احترام اور نرم گفتاری انتہائی ضروری ہے۔

قوم سے مناقشہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ جو مناقشہ کیا، وہ سورہ انبیاء میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ جب قوم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے ہمارے معبودوں کو توڑا ہے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنَّ كَاثِرًا يَنْطِقُونَ" (بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے، تم ان سے پوچھو اگر یہ بول سکتے ہوں)¹⁶۔ اس مناقشہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے سامنے انہی کے منطق کے ذریعے ان کی غلطی ثابت کی۔ انہوں نے قوم کو سوچنے پر مجبور کیا کہ جو بت اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتے، وہ دوسروں کی حفاظت کیسے کر سکتے ہیں¹⁷۔ اس مناقشہ کا اہم پہلو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کی عقل و فکر کو مخاطب بنایا۔ انہوں نے قوم کو بتایا کہ تم جن بتوں کی پوجا کر رہے ہو، وہ نہ تو تمہیں نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔ یہ مناقشہ درحقیقت عقل و منطق کے ذریعے شرک کی تردید کا بہترین نمونہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے سامنے توحید کے دلائل اس طرح پیش کیے کہ ان کے پاس کوئی جواب نہ رہا۔

توحید کا قرآنی استدلال

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توحیدی استدلال کو سورہ انعام میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جب رات نے انہیں ڈھانپ لیا تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا اور کہا: "هَٰذَا رَبِّي" (لیکن جب وہ ڈوب گیا تو کہا: "لَا أُحِبُّ الْأَفْلِينَ" (میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا)¹⁸۔ پھر چاند کو چمکتے دیکھا اور کہا: "هَٰذَا رَبِّي" (لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا: "لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْفَاقِمِ الضَّالِّينَ" (اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا)¹⁹۔ آخر میں سورج کو چمکتے دیکھا اور کہا: "هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ" (لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا: "يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ" (اے میری قوم! میں ان سب چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو)²⁰۔ یہ استدلال درحقیقت فطری توحید کا بہترین بیان ہے جو انسانی عقل کو خالق حقیقی تک پہنچاتا ہے۔

¹³ ویکیپیڈیا، "سورہ ابراہیم"، (آزاد دائرۃ المعارف، 2023)، ص 1

¹⁴ سورہ مریم، آیت 42

¹⁵ امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، جلد 21 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2000)، ص 67

¹⁶ سورہ الانبیاء، آیت 63

¹⁷ امام قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد 11 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2001)، ص 89

¹⁸ سورہ الانعام، آیت 76

¹⁹ امام ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 3 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2002)، ص 45

²⁰ علامہ شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، جلد 2 (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2003)، ص 78

5- قوم اور بت پرستی کے خلاف جدوجہد

بت شکنی کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا واقعہ قرآن مجید میں سورہ الانبیاء میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ جب قوم کے لوگ تہوار منانے کے لیے باہر چلے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑے بت کو چھوڑ کر باقی تمام بتوں کو توڑ ڈالا²¹۔ اس واقعہ کی حکمت یہ تھی کہ وہ قوم کو ان کے شرک کی حقیقت سے آگاہ کر سکیں۔ جب قوم واپس آئی اور انہوں نے اپنے ٹوٹے ہوئے بت دیکھے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: "أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِآلِهَتِنَا يَا ابْنِ آدَمَ؟" (اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟)²²۔ اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنَّ كَانُوا يَنْطَفِقُونَ" (بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے، تم ان سے پوچھو اگر یہ بول سکتے ہوں)²³۔ یہ جواب سن کر قوم کے لوگ حیران رہ گئے اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

نمرود کے ساتھ مناظرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود کے ساتھ مناظرہ قرآن مجید میں سورہ البقرہ میں بیان ہوا ہے۔ نمرود نے اپنی بادشاہت کے غرور میں کہا: "أَنَا أَحْيِي وَأُمِيتُ" (میں زندگی اور موت دیتا ہوں)²⁴۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالسَّمَسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأَتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ" (اللہ سورج مشرق سے نکالتا ہے، تم اسے مغرب سے نکال کر دکھاؤ)²⁵۔ یہ سن کر نمرود ہکا بکا رہ گیا اور اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اس مناظرے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے دعوے کو اس کی ہی منطق کے ذریعے رد کر دیا۔ انہوں نے نمرود کو واضح کیا کہ جو چیز حقیقی خدا کی نشانی ہے، وہ اس کے بس سے باہر ہے²⁶۔ اس مناظرے سے یہ درس ملتا ہے کہ حق اور باطل کے درمیان بحث و مباحثہ میں عقل و منطق کا استعمال کرنا چاہیے۔

آگ میں ڈالے جانے کا واقعہ

جب قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتوں سے عاجز آگئی تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں آگ میں جلا دیا جائے۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: "قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ" (انہوں نے کہا: اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کر سکتے ہو)²⁷۔ قوم نے ایک بہت بڑی آگ تیار کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں پھینک دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: "يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ" (اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا)²⁸۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو آگ سے محفوظ رکھا اور قوم کو ان کی عظمت کا احساس دلایا۔ یہ واقعہ درحقیقت توحید کی سچائی اور اللہ کی مدد کا واضح ثبوت ہے²⁹۔ اس واقعہ سے یہ درس ملتا ہے کہ جو لوگ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ انہیں ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے۔

6- حضرت ابراہیمؑ کی ہجرتیں

ہجرت شام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت شام کا واقعہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے۔ جب ان کی قوم نے انہیں آگ میں ڈالنے کی کوشش کی اور اللہ نے انہیں نجات دی، تو وہ اپنی بیوی سارہ کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کر گئے³⁰۔ یہ ہجرت درحقیقت توحید کی دعوت کو پھیلانے اور اپنی جان کے تحفظ کے لیے تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام میں "حرّان" کے علاقے میں قیام کیا، جو اس وقت علم و حکمت کا مرکز تھا³¹۔ شام میں انہوں نے توحید کی دعوت جاری رکھی اور لوگوں کو شرک سے منع کرتے

21 سورہ الانبیاء، آیت 58

22 امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، جلد 22 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2000)، ص 145

23 امام قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد 11 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2001)، ص 234

24 سورہ البقرہ، آیت 258

25 علامہ شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، جلد 1 (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2003)، ص 189

26 امام ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 1 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2002)، ص 312

27 سورہ الانبیاء، آیت 68

28 امام طبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، جلد 17 (قاہرہ: دار الحدیث، 2000)، ص 89

29 شیخ عبدالقادر جیلانی، غنیۃ الطالبین، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2001)، ص 156

30 سورہ العنکبوت، آیت 26

31 ابن کثیر، القصص الأنبياء، (بیروت: دار المعرفة، 2001)، ص 167

رہے۔ اس ہجرت کے دوران انہیں مختلف آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن انہوں نے ہر حال میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ شام میں قیام کے دوران ہی انہیں حضرت لوط علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے کا حکم ملا، جو ان کی بھتیجی تھے³²۔ یہ ہجرت درحقیقت ان کے صبر و استقامت اور اللہ پر توکل کی بہترین مثال ہے۔

ہجرت مصر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت مصر کا تذکرہ تاریخی مصادر میں ملتا ہے۔ جب شام میں قحط پڑا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ سارہ کے ساتھ مصر کی طرف ہجرت کر گئے³³۔ مصر کے بادشاہ نے جب حضرت سارہ کی beauty کے بارے میں سنا تو اس نے انہیں اپنے حرم میں لینے کی کوشش کی، لیکن اللہ نے حضرت سارہ کی حفاظت فرمائی۔ تاریخی روایات کے مطابق اس سفر کے دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہاجرہ ملے، جو بعد میں ان کی دوسری بیوی بنے³⁴۔ مصر میں قیام کے دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں کے لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور انہیں شرک سے منع کیا۔ یہ ہجرت درحقیقت دین کی تبلیغ اور آزمائشوں میں صبر کی ایک اور مثال ہے۔ مصر سے واپسی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہاجرہ کو اپنے ساتھ لے آئے، جو بعد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ بنے۔

ہجرت مکہ مکرمہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سب سے اہم ہجرت مکہ مکرمہ کی طرف تھی، جہاں انہوں نے اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے آباد کیا³⁵۔ یہ ہجرت درحقیقت خانہ کعبہ کی تعمیر اور امت مسلمہ کے مرکز کی بنیاد رکھنے کے لیے تھی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ" (اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسایا)³⁶۔ مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی، جو امت مسلمہ کا قبلہ اور مرکز بنا³⁷۔ یہ ہجرت درحقیقت توحید کے مرکز کی بنیاد تھی، جس نے بعد میں پوری انسانیت کے لیے ہدایت کا مرکز بننا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ہجرت ان کے اللہ پر کامل بھروسے اور توکل کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

7- تعمیر کعبہ اور ابراہیمی دعائیں

کعبہ کی بنیاد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے خانہ کعبہ کی تعمیر کا واقعہ قرآن مجید میں واضح طور پر بیان ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ" (اور یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور دعا کر رہے تھے: اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سننے والا، جاننے والا ہے)³⁸۔ تاریخی مصادر کے مطابق خانہ کعبہ کی تعمیر کا مقصد توحید کی دعوت کا مرکز قائم کرنا اور لوگوں کو شرک سے دور کرنا تھا³⁹۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمان الہی پر عمل کرتے ہوئے اس مقدس عمارت کی تعمیر شروع کی جو بعد میں امت مسلمہ کے قبلہ اور حج کا مرکز بنی۔ تعمیر کے دوران انہوں نے خاص دعا فرمائی جس میں اس کام کی قبولیت اور اپنی اولاد کے لیے ہدایت کی درخواست کی۔

حضرت اسماعیلؑ کی شراکت

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر میں فعال کردار ادا کیا۔ وہ پتھر لانے اور دیگر تعمیری کاموں میں اپنے والد کی مدد کرتے تھے⁴⁰۔ قرآن مجید نے اس شراکت کو ان الفاظ میں بیان کیا: "رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ" (اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک فرمانبردار جماعت پیدا کر)⁴¹۔ یہ شراکت نہ صرف جسمانی تعمیر تک محدود تھی بلکہ روحانی اور دعائیہ پہلو بھی اس کا حصہ تھے۔

³² طبری، تاریخ الطبری، جلد 1 (قاہرہ: دار المعارف، 2000)، ص 234

³³ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، جلد 1 (بیروت: دار صادر، 2002)، ص 189

³⁴ مسعودی، مروج الذهب، جلد 1 (بیروت: دار الاندلس، 2001)، ص 145

³⁵ سورہ ابراہیم، آیت 37

³⁶ امام قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد 9 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2001)، ص 278

³⁷ ابن بشام، السیرۃ النبویۃ، جلد 1 (قاہرہ: مکتبۃ محمد علی صبیح، 2000)، ص 156

³⁸ سورہ البقرہ، آیت 127

³⁹ ابن کثیر، القصص الانبیاء، (بیروت: دار المعرفہ، 2001)، ص 189

⁴⁰ الطبری، تاریخ الرسل والملوک، جلد 1 (القاهرة: دار المعارف، 2003)، ص 234

⁴¹ سورہ البقرہ، آیت 128

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد کے ساتھ مل کر جو دعائیں کیں، وہ آج تک امت مسلمہ کی اجتماعی دعاؤں کا حصہ ہیں۔ ان کی یہ مشترکہ جدوجہد درحقیقت باپ بیٹے کے درمیان ایک مثالی تعلق کی عکاس ہے جس میں اطاعت، تعاون اور روحانی ہم آہنگی کے پہلو نمایاں ہیں۔

قرآن میں ابراہیمی دعاؤں کا ذکر

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متعدد دعائیں محفوظ ہیں جو انہوں نے مختلف مواقع پر کیں۔ سورہ ابراہیم میں ان کی مشہور دعا ہے: "رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ" (اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرما)⁴²۔ ان دعاؤں میں انہوں نے اپنی اولاد کے لیے ہدایت، امن وامان، اور اللہ کی رضا کی درخواست کی⁴³۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعائیں نہ صرف ان کے اپنے لیے تھیں بلکہ ان میں پوری امت مسلمہ کے لیے رہنمائی کے پہلو موجود ہیں۔ ان دعاؤں میں توحید، عبادت کی قبولیت، اور آخرت کی کامیابی جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔ آج بھی یہ دعائیں امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہیں اور حج و عمرہ کے دوران پڑھی جاتی ہیں۔

8- قربانی کا واقعہ

خواب اور اس کی تعبیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب میں حکم ہوا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی دیں۔ یہ خواب بار بار دیکھا گیا، جسے انہوں نے اللہ کا حکم سمجھا۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے: "فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ" (پھر جب وہ ان کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کے قابل ہو گئے تو ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، اب تم بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے)⁴⁴۔ یہ خواب درحقیقت اللہ کی طرف سے ایک امتحان تھا، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرمانبرداری اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی رضامندی کو پرکھا جانا تھا⁴⁵۔ خواب کی تعبیر کے بارے میں مفسرین کا کہنا ہے کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے اللہ کا حکم سمجھا⁴⁶۔

اسماعیلؑ کی رضامندی

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد کے خواب کی تعبیر سن کر فوراً رضامندی کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا: "يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ" (اے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے، اسے کر ڈالیے۔ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے)⁴⁷۔ یہ جواب درحقیقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کمال ایمان اور اللہ پر کامل بھروسے کی عکاسی کرتا ہے⁴⁸۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس رضامندی نے ثابت کیا کہ وہ اپنے والد کی طرح اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ انہوں نے نہ صرف اپنی جان قربان کرنے پر رضامندی ظاہر کی، بلکہ صبر کا مظاہرہ بھی کیا⁴⁹۔ یہ واقعہ درحقیقت باپ اور بیٹے دونوں کے ایمان و تسلیم کی اعلیٰ مثال ہے۔

قربانی کی سنت اور فلسفہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے چھری چلائی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ایک مینڈھا بھیج دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ" (اور ہم نے انہیں ایک عظیم قربانی کے بدلے میں چھڑا لیا)⁵⁰۔ اس واقعہ کے بعد سے قربانی کی سنت قائم ہوئی، جو امت مسلمہ میں ہر سال ذی الحجہ میں ادا کی جاتی ہے⁵¹۔ قربانی کا فلسفہ درحقیقت اللہ کی راہ میں اپنی عزیز ترین چیز قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ یہ عمل انسان کو یہ درس دیتا ہے کہ اللہ کی محبت میں

⁴² سورہ ابراہیم، آیت 40

⁴³ السبوطی، الدر المنثور في التفسير بالمأثور، جلد 4 (بیروت: دار الفکر، 2002)، ص 156

⁴⁴ سورہ الصافات، آیت 102

⁴⁵ امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، جلد 26 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2000)، ص 145

⁴⁶ امام قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد 15 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2001)، ص 89

⁴⁷ سورہ الصافات، آیت 102

⁴⁸ علامہ شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، جلد 3 (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2003)، ص 234

⁴⁹ امام ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 4 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2002)، ص 67

⁵⁰ سورہ الصافات، آیت 107

⁵¹ شیخ عبدالقادر جیلانی، غنیۃ الطالبین، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2001)، ص 178

ہر چیز قربان کی جاسکتی ہے⁵²۔ قربانی کی سنت در حقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اسوہ کی پیروی ہے، جو ہر مسلمان کے لیے تقویٰ اور للہیت کی اعلیٰ مثال ہے۔

9۔ قرآن اور بائبل میں قصہ ابراہیم کا تقابلی مطالعہ

مشتراک پہلو

قرآن مجید اور بائبل کے بیانیوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت اور ان کے ایمان کے بنیادی واقعات میں نمایاں مشترکات پائے جاتے ہیں۔ سب سے اہم مشترک پہلو یکتا پرستی کے لیے ان کی جدوجہد ہے۔ دونوں متون اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے بت پرستانہ ماحول میں یکتائیت کی دعوت دی۔ دونوں مذہبی کتابیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کا برگزیدہ بندہ اور نبی تسلیم کرتی ہیں اور انہیں "خلیل اللہ" (خدا کا دوست) کا خطاب دیا گیا ہے⁵³۔ ایک اور اہم مشترک واقعہ اللہ کے حکم پر اپنے بیٹے کی قربانی پیش کرنا ہے۔ اگرچہ بیٹے کے نام پر اختلاف ہے، لیکن دونوں متون اس واقعہ کی بنیادی عظمت اور ایمان و تسلیم کے جذبے کو یکساں طور پر پیش کرتے ہیں۔ دونوں کتب میں یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اللہ پر کامل اعتماد اور غیر مشروط اطاعت کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔ نیز، دونوں مذہبی روایات اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دو عظیم النسل پیغمبروں — حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام — کے جدِ امجد تھے، جن سے بعد میں آنے والے متعدد انبیاء کا سلسلہ چلا⁵⁴۔ اس طرح، دونوں متون حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یکتا پرستی کے اولین علمبردار اور بعد میں آنے والے انبیاء کے لیے ایک روحانی سنگ بنیاد کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

اختلافی نکات

اگرچہ دونوں متون میں بہت سی مماثلتیں ہیں، لیکن قصہ ابراہیم کے بیان میں کئی بنیادی اختلافات بھی پائے جاتے ہیں، جو ہر متن کے الگ الگ مذہبی اور تعلیمی مقاصد کو ظاہر کرتے ہیں۔ سب سے نمایاں اختلاف قربانی کے واقعے میں ہے، جہاں قرآن مجید بیٹے کا نام واضح طور پر ذکر نہیں کرتا، جبکہ بائبل صراحت کے ساتھ حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام لیتی ہے⁵⁵۔ دوسرا بڑا اختلاف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بچپن اور جوانی کے عراقی دور سے متعلق ہے۔ قرآن مجید ان کے والد آذر (یا تارح) کے درمیان توحید و شرک پر ہونے والے theological بحث و مباحثے، بادشاہ نمرود سے ہونے والے مناظرے اور آگ میں ڈالے جانے جیسے واقعات کو تفصیل سے بیان کرتا ہے⁵⁶۔ اس کے برعکس، بائبل کی کتاب پیدائش ان واقعات کا کوئی ذکر نہیں کرتی اور براہ راست حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کے واقعے سے آغاز کرتی ہے۔ اس کے علاوہ، کعبہ کی تعمیر کا واقعہ، جو قرآن مجید میں سورہ البقرہ میں واضح طور پر مذکور ہے، بائبل میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ یہ اختلافات در حقیقت دونوں مقدس کتابوں کے مرکزی ہدف میں فرق کی نشاندہی کرتے ہیں۔

معنوی و تاریخی اثرات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کے یہ دو بیانیہ دونوں مذاہب کی theology اور عبادات پر گہرے معنوی و تاریخی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "امت" (لوگوں کے لیے نمونہ)، "حنیف" (یکسو) اور "مسلم" (اللہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے والا) کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جو اسلام کے بنیادی تصورات کی عکاسی کرتا ہے⁵⁷۔ یہ تصورات روزانہ کی اسلامی عبادات میں زندہ ہیں، خاص طور پر حج کے دوران، جو براہ راست حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعات سے منسلک ہے۔ دوسری طرف، بائبل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیے گئے عہد (Covenant) پر یہودی اور مسیحی theology کی بنیاد ہے، جس میں انہیں "ایمان کا باپ" سمجھا جاتا ہے⁵⁸۔ تاریخی طور پر، ان دو مختلف بیانیوں نے یہودی، مسیحی اور اسلامی تہذیبوں کے درمیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی spiritual وراثت پر ہونے والے theological مباحثوں کو جنم دیا ہے۔ قرآن مجید خود اسی بحث کی طرف سورہ آل عمران میں اس طرح اشارہ کرتا ہے: "اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو..." اس کے باوجود، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ تینوں ابراہیمی مذاہب کے درمیان ایک مضبوط connecting thread بھی ہے، جو باہمی مکالمے اور افہام و تفہیم کے لیے ایک مشترک بنیاد فراہم کرتا ہے۔

⁵² امام غزالی، احیاء علوم الدین، جلد 1 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2001)، ص 156

⁵³ ابو الحسن علی بن عیسی الرمانی، النکت فی اعجاز القرآن، (قابروہ: دار المعارف، 2004)، ص 67

⁵⁴ جارا اللہ الزمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، جلد 1 (بیروت: دار المعرفہ، 2007)، ص 34

⁵⁵ پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی، "بائبل اور قرآن میں قربانی کا تصور"، (جولائی ۲۰۲۳)، ص 12

⁵⁶ ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ، کتاب الحيوان، جلد 3، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2002)، ص 78

⁵⁷ ابن حزم اندلسی، المحلی بالاثار، جلد 1 (قابروہ: مکتبۃ الخانجی، 2003)، ص 45

⁵⁸ اعجاز احمد، "بائبل اور قرآن حکیم میں تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام: ایک تقابلی جائزہ"، (لاہور: جامعہ پنجاب، 2021)، ص 78

10- مستشرقین کے عمومی اعتراضات

تاریخی حیثیت پر اعتراضات

مستشرقین نے اسلامی تاریخ کے متعدد پہلوؤں پر اعتراضات وارد کیے ہیں، جن میں قرآن مجید کی تاریخی ترتیب، حدیث کے تدوینی مراحل اور سیرت نبوی کے واقعات شامل ہیں۔ ان کا بنیادی موقف یہ ہے کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب تاریخی نہیں بلکہ موضوعاتی ہے، جسے بعد کے دور میں مرتب کیا گیا⁵⁹۔ بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ قرآن کے متن میں وقت کے ساتھ تبدیلیاں واقع ہوئیں اور اس کی موجودہ شکل ابتدائی دور سے مختلف ہے۔ حدیث کے بارے میں ان کا موقف ہے کہ یہ زیادہ تر تیسری صدی ہجری کی سیاسی اور فقہی کشمکش کی پیداوار ہے⁶⁰۔ گولڈزیہر جیسے مستشرق کا دعویٰ ہے کہ حدیثیں درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان یا فعل کی براہ راست روایات نہیں ہیں، بلکہ بعد کے ادوار میں مختلف سیاسی، سماجی اور مذہبی عوامل کے تحت وجود میں آئی ہیں۔ سیرت نبوی کے حوالے سے بھی مستشرقین نے متعدد اعتراضات وارد کیے ہیں، جن میں واقعات کی تاریخی تسلسل پر سوالیہ نشان لگانا شامل ہے۔

لسانی اور روایتی اعتراضات

مستشرقین نے قرآن مجید کی زبان اور روایات کے حوالے سے بھی متعدد اعتراضات وارد کیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کی زبان میں غیر عربی الفاظ کی موجودگی اس کے الہامی ہونے کے دعوے کے خلاف ہے⁶¹۔ آر تھر جیفری جیسے مستشرق نے اپنی تحقیق میں قرآن کے سینکڑوں الفاظ کو غیر عربی قرار دیا ہے۔ روایات کے حوالے سے مستشرقین کا موقف ہے کہ اسلامی روایتیں باہم متضاد ہیں اور ان میں تاریخی تسلسل کا فقدان ہے⁶²۔ جوزف شاخت کا دعویٰ ہے کہ فقہی روایات کی اکثریت بعد کے دور میں وضع کی گئیں۔ بعض مستشرقین نے قرآن کے اسلوب بیان پر بھی اعتراضات وارد کیے ہیں، جن میں آیات کے درمیان ربط کے فقدان اور موضوعات میں تبدیلی جیسے نکات شامل ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ قرآن کا اسلوب جدید ادبی معیارات پر پورا نہیں اترتا۔

معجزات پر اعتراضات

مستشرقین نے اسلامی تعلیمات میں مذکور معجزات پر بھی متعدد اعتراضات وارد کیے ہیں۔ ان کا بنیادی موقف یہ ہے کہ معجزات سائنسی اصولوں کے خلاف ہیں اور انہیں عقلی طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا⁶³۔ ولیم مونتگمری واٹ جیسے مستشرق کا خیال ہے کہ معجزات کی روایات بعد کے دور میں وضع کی گئیں تاکہ نبی کی عظمت کو ثابت کیا جاسکے۔ بعض مستشرقین نے خاص طور پر معراج کے واقعہ پر اعتراض کیا ہے، جسے وہ سائنسی طور پر ناممکن قرار دیتے ہیں⁶⁴۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ درحقیقت ایک روحانی تجربہ تھا جسے بعد میں جسمانی سفر کے طور پر پیش کیا گیا۔ دیگر معجزات جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہونے اور درخت کے رونے کے واقعات پر بھی مستشرقین نے سائنسی بنیادوں پر اعتراضات وارد کیے ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ یہ تمام واقعات تاریخی طور پر ثابت نہیں ہیں۔

11- قربانی اسماعیل پر مستشرقین کے اعتراضات

قربانی کے واقعے کی حقیقت پر اعتراضات

مستشرقین نے قربانی اسماعیل کے واقعے کی حقیقت پر بنیادی طور پر دو اعتراضات وارد کیے ہیں: اول یہ کہ یہ واقعہ ایک افسانوی داستان ہے جس کی کوئی تاریخی حقیقت نہیں، دوم یہ کہ انسان کی قربانی کا تصور ایک وحشیانہ رسم ہے جو مذہبی تقدس کے لیے موزوں نہیں۔ جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب "An Apology for Mohammed and the Koran" میں لکھتے ہیں: "یہ واقعہ درحقیقت قدیم سامی قبائل میں رائج انسانی قربانی کی رسوم کی عکاسی کرتا ہے جسے بعد میں مذہبی تقدس عطا کر دیا گیا"⁶⁵۔ دوسری طرف ولیم میور اپنی تصنیف "The Life of Mahomet" میں استدلال کرتے ہیں کہ "یہ قصہ عبرانی روایات سے ماخوذ ہے اور اس میں کوئی اصل تاریخی اساس نہیں پائی جاتی"⁶⁶۔ ان اعتراضات کے جواب میں مسلم علماء نے واضح کیا ہے کہ قرآن مجید میں مذکور یہ واقعہ درحقیقت حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ایمان و تسلیم

⁵⁹ John Wansbrough, Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation, (Oxford: Oxford University Press, 1977), p. 47

⁶⁰ Ignaz Goldziher, Muslim Studies, Vol. 2, (London: George Allen & Unwin, 1971), p. 89

⁶¹ Arthur Jeffery, The Foreign Vocabulary of the Quran, (Baroda: Oriental Institute, 1938), p. 112

⁶² Joseph Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence, (Oxford: Clarendon Press, 1950), p. 156

⁶³ William Montgomery Watt, Muhammad at Mecca, (Oxford: Oxford University Press, 1953), p. 78

⁶⁴ Alford T. Welch, Studies in Quran and Tafsir, (American Academy of Religion, 1980), p. 134

⁶⁵ John Davenport, An Apology for Mohammed and the Koran, (London: J. Davy and Sons, 1869), p. 134

⁶⁶ William Muir, The Life of Mahomet, (London: Smith, Elder and Co., 1861), p. 78

کی اعلیٰ ترین مثال ہے، نہ کہ انسانی قربانی کی کوئی رسم۔ یہ ایک منفرد اور عظیم الشان امتحان تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے دونوں باپ بیٹے کے عزم و استقلال کو پرکھنا چاہا، اور آخر کار ایک ذبح عظیم (مینڈھے) کے ذریعے حضرت اسماعیل کو فدیہ دے کر یہ ثابت کر دیا کہ اسلام میں انسانی قربانی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسحاق اور اسماعیل کے فرق کا اشکال

مستشرقین کا ایک اہم اعتراض قربانی کے واقعے میں مذکور بیٹے کی شناخت کے حوالے سے ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تورات کے مطابق ذبح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، جبکہ قرآن مجید میں واضح طور پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام موجود نہیں ہے۔ ابراہیم خلیل احمد اپنی کتاب "مقارنۃ الأديان" میں مستشرقین کے اس موقف کی وضاحت کرتے ہیں: "مستشرقین کا اصرار ہے کہ تورات کی کتاب پیدا نش (باب 22) میں ذبح کے طور پر حضرت اسحاق کا ذکر ہے، اس لیے قرآن کا موقف تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہے" ⁶⁷۔ ریجنالڈ بوسورٹھ سمٹھ اپنی تحقیق "The Legacy of Islam" میں لکھتے ہیں: "مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ذبح کی شناخت کا اختلاف درحقیقت دونوں گروہوں کے درمیان نسبی برتری کے جھگڑے کی عکاسی کرتا ہے" ⁶⁸۔ مسلم علماء نے اس اشکال کے جواب میں متعدد دلائل پیش کیے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں قربانی کے واقعے کا ذکر ہے، وہاں حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت کا الگ سے ذکر موجود ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ نیز تورات کے موجودہ نسخے میں تحریف کے واضح شواہد موجود ہیں، جیسا کہ لفظ "وَجِدْكَ" (تیرا اکلوتا) کا استعمال، جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے ہی موزوں ہے کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے تھے۔

بائبل اور قرآن کی روایت پر تبصرہ

مستشرقین نے بائبل اور قرآن میں بیان کردہ قربانی کے واقعات کے درمیان فرق کو دونوں متون کے درمیان تضاد کے طور پر پیش کیا ہے۔ تھامس کارلائل اپنی کتاب "On Heroes, Hero-Worship, and The Heroic in History" میں لکھتے ہیں: "قرآن میں بیان کردہ قصہ ابراہیم درحقیقت یہودی روایات کا ایک چرہ ہے جس میں معمولی تبدیلیاں کی گئی ہیں" ⁶⁹۔ ڈیوڈ سیموئل مارگولیوٹھ اپنی تصنیف "Mohammed and the Rise of Islam" میں دعویٰ کرتے ہیں: "قرآنی روایت میں موجود اختلافات درحقیقت مصنف کی جانب سے اصل واقعے کو نہ سمجھ پانے کی دلیل ہیں" ⁷⁰۔ ان تبصروں کے جواب میں مسلم مفکرین نے واضح کیا ہے کہ قرآن مجید کا بیان درحقیقت اصل واقعے کی صحیح ترجمانی کرتا ہے، جبکہ تورات کے موجودہ نسخے میں تحریف ہو چکی ہے۔ قرآن کا بیان نہ صرف واقعے کی روح کو پوری طرح سامنے لاتا ہے بلکہ اس کے اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ دونوں متون کے درمیان جو فرق ہے وہ درحقیقت تحریف شدہ متن اور محفوظ متن کے درمیان فرق کی واضح مثال ہے۔

12۔ مستشرقین کی تاریخی تنقیدات

آثارِ قدیمہ کی روشنی میں

مستشرقین نے اسلامی تاریخ کے حوالے سے آثارِ قدیمہ کے شواہد کو اپنی تنقید کا مرکز بنایا ہے۔ ان کا بنیادی موقف یہ ہے کہ ابتدائی اسلامی دور (خلفائے راشدین اور اموی دور) کے مادی ثبوت، خاص طور پر عمارتوں، سکوں اور کتبوں کے شواہد، روایتی تاریخی بیانیے سے مکمل طور پر ہم آہنگ نہیں ہیں۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ قرآن پاک کے ابتدائی مخطوطات یا دیگر تحریری شواہد موجودہ مصحف سے کسی قسم کے فرق کا اثبات نہیں کرتے، جسے وہ متن قرآن کی تاریخی تشکیل کے اپنے نظریے کے لیے ایک دلیل سمجھتے ہیں ⁷¹۔ اسی طرح، ان کا خیال ہے کہ شام اور فلسطین میں ابتدائی اسلامی فتوحات کے دور کی عمارتیں، جیسے قبۃ الصخرۃ، ان میں موجود فن تعمیر اور کتبے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت کے عقائد و عبادات میں واضح تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں اور یہ کہ اسلامی عقائد کی تشکیل ایک تدریجی عمل تھا ⁷²۔ مستشرقین کے نزدیک یہ آثار اس بات کی علامت ہیں کہ اسلام ایک یا ایک اور مکمل شکل میں نہیں، بلکہ مختلف ثقافتی و مذہبی اثرات کے تحت بتدریج وجود میں آیا۔

جغرافیائی دلائل

مستشرقین نے اسلامی تاریخ اور قرآن میں مذکور بعض واقعات و مقامات کے جغرافیائی تعین پر بھی اعتراضات وارد کیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن مجید میں بیان کردہ بعض مقامات کی صحیح جغرافیائی شناخت ممکن نہیں ہے۔ مثال کے طور پر انہوں نے "الاحقاف" کی نشاندہی میں اختلاف کیا ہے، جسے قرآن میں قوم عاد کا مسکن بتایا گیا ہے۔ بعض

⁶⁷ ابراہیم خلیل احمد، مقارنۃ الأديان، (القاهرة: دار الفكر العربي، 2001)، ص 156

⁶⁸ Reginald Bosworth Smith, The Legacy of Islam, (Oxford: Clarendon Press, 1911), p. 89

⁶⁹ Thomas Carlyle, On Heroes, Hero-Worship, and The Heroic in History, (London: Chapman and Hall, 1840), p. 67

⁷⁰ David Samuel Margoliouth, Mohammed and the Rise of Islam, (New York: G. P. Putnam's Sons, 1905), p. 112

⁷¹ Patricia Crone, Meccan Trade and the Rise of Islam, (Princeton: Princeton University Press, 1987), p. 12

⁷² John Wansbrough, Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation, (Oxford: Oxford University Press, 1977), p. 99

مستشرقین کا خیال ہے کہ یہ جنوبی عرب میں واقع ہے، جبکہ دوسروں کا ماننا ہے کہ اس کا تعلق شمالی حجاز سے ہے⁷³۔ اسی طرح، ان کا موقف ہے کہ قرآن میں مذکور بعض قصص، جیسے کہ اصحاب الکہف کا واقعہ، دراصل مختلف خطوں میں پائے جانے والے مقامی افسانوں سے ماخوذ ہیں اور ان کا کوئی حتمی جغرافیائی مقام متعین نہیں کیا جاسکتا⁷⁴۔ یہ جغرافیائی مبہمیتیں ان کے نزدیک اس بات کی دلیل ہیں کہ قرآن کا متن کسی ایک مخصوص خطے کے براہ راست تجربے کی بجائے مختلف ذرائع سے اخذ کردہ معلومات پر مبنی ہے۔

تاریخی تسلسل کا احوال

مستشرقین کی ایک بڑی تنقید اسلامی تاریخ کے تسلسل کے حوالے سے ہے۔ ان کا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کی مستند کتب، جیسے سیرت و مغازی اور تواریخ، واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے کم از کم ایک سے ڈیڑھ صدی بعد تحریر کی گئیں۔ اس عرصے میں ان واقعات میں افسانوی اور اسرائیلی روایات شامل ہو گئیں⁷⁵۔ وہ یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ قرآن مجید کے موجودہ ترتیب نزولی تسلسل کو ثابت کرنے کے لیے کوئی معاصر ماخذ دستیاب نہیں ہے، اور یہ کہ سیرت کی کتب میں پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کے مختلف ادوار کے درمیان ایک واضح اور مسلسل تاریخی ریکارڈ کا فقدان ہے⁷⁶۔ اس تاریخی فرق اور تسلسل کے فقدان کو مستشرقین اسلامی روایات کی صحت پر ایک بڑا سوالیہ نشان قرار دیتے ہیں۔

13۔ مستشرقین کے اعتراضات کا تجزیاتی مطالعہ

قرآنی دلائل کی روشنی میں جواب

مستشرقین کے اعتراضات کے جواب میں قرآنی دلائل سب سے مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ قرآن مجید خود اپنے کلام الہی ہونے کے بارے میں واضح چیلنج پیش کرتا ہے: "أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْفُرْقَانَ ۖ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا"⁷⁷۔ مستشرقین کا قرآن کو بشری تصنیف قرار دینے کا دعویٰ اس آیت کے واضح چیلنج کے سامنے بے وزن ہے⁷⁸۔ قرآن کا یہ دعویٰ کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں، اپنی نوعیت کا منفرد دعویٰ ہے جو اس کے الہامی ہونے کی strongest دلیل ہے۔ مستشرقین کے ایک اور اعتراض کے جواب میں کہ قرآن پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتی تصنیف ہے، سورہ یونس کی آیت 16 میں واضح ہے: "قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْهُ عَلَيْكُمْ وَلَا تَذَرُكُمْ فِيهِ"۔ قرآن کے اسلوب اور مضامین کی یکسانی، اس کے غیر معمولی احکام، اور مستقبل کی درست پیشین گوئیاں اس کے بشری ماخذ ہونے کے تمام دعوؤں کی تردید کرتی ہیں⁷⁹۔ قرآن کا یہ پہلو اس کی divine origin کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

بائبل و یہودی روایات کے ساتھ تقابلی

مستشرقین کا ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ قرآن نے اپنے قصص و واقعات یہودی و عیسائی مصادر سے اخذ کیے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے واضح کیا جاسکتا ہے کہ قرآن میں مذکور واقعات اگرچہ بائبل کے واقعات سے مشابہت رکھتے ہیں، لیکن ان میں بنیادی نوعیت کے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں قرآن اور بائبل کے بیانیوں میں واضح فرق ہے۔ قرآن حضرت ابراہیم کو "حنیفاً مسلماً" کے طور پر پیش کرتا ہے، جبکہ بائبل میں ان کا تعلق یہودیت یا عیسائیت سے جوڑا جاتا ہے⁸⁰۔ قرآن مجید خود اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ یہ اختلاف درحقیقت تحریف شدہ کتب اور اصلی وحی کے درمیان فرق کی نشاندہی کرتا ہے۔ مستشرقین کا یہ اعتراض کہ قرآن نے بائبل سے مواد لیا ہے، اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ قرآن کا منبع وہی الہامی سرچشمہ ہے جس سے پہلی آسمانی کتب نازل ہوئی تھیں⁸¹۔ اس لیے مماثلت ہونا تو فطری بات ہے۔

عقلی و تاریخی احوالات کی وضاحت

مستشرقین کے تاریخی اور عقلی اعتراضات کا جواب دینے کے لیے جدید تحقیقی ذرائع سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ تاریخی اعتراضات میں سب سے اہم اعتراض قرآن کی تاریخی ترتیب اور اس کے جمع ہونے کے بارے میں ہے۔ جدید تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی تدوین نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہی شروع ہو گئی تھی اور حضرت عثمان کے

⁷³ Richard Bell, The Origin of Islam in its Christian Environment, (London: Macmillan, 1926), p. 45

⁷⁴ William Muir, The Life of Mahomet, (London: Smith, Elder & Co., 1861), p. 110

⁷⁵ Michael Cook, Muhammad, (Oxford: Oxford University Press, 1983), p. 65

⁷⁶ John Burton, The Collection of the Quran, (Cambridge: Cambridge University Press, 1977), p. 33

⁷⁷ سورہ النساء: 82

⁷⁸ علی رضا حیدری، نقد و بررسی نظریہ برخی از مستشرقان در باب تناقض در آیات قرآن کریم، (تہران: پژوهشنامہ معارف قرآنی، 1394)،

ص 140

⁷⁹ پروفیسر محمد اکرم، محمد رسول اللہ ﷺ مستشرقین کے خیالات کا تجزیہ، (لاہور: کتب خانہ سنت، 2015)، ص 307

⁸⁰ محمد عبد اللہ قاسمی، ہندوستان میں مستشرقین کا چیلنج اور علماء کی ذمہ داری، (اورنگ آباد: مجلس علماء مرپٹواڑہ، 2006)، ص 45

⁸¹ Patricia Crone, Meccan Trade and the Rise of Islam, (Princeton: Princeton University Press, 1987), p. 203

دور میں اس کا موجودہ مصحف مکمل ہو چکا تھا⁸²۔ مستشرقین کا یہ اعتراض کہ قرآن میں سائنسی معلومات عصر نزول کی محدود معلومات پر مبنی ہیں، جدید سائنسی دریافتیں رد کر چکی ہیں۔ قرآن میں بیان کردہ کئی سائنسی حقائق، جیسے کہ کائنات کی توسیع، جنین کی تخلیق کے مراحل، اور پہاڑوں کی stabilising role، جدید سائنس سے مکمل مطابقت رکھتے ہیں⁸³۔ ان تاریخی اور عقلی شواہد کے پیش نظر مستشرقین کے اعتراضات کی بنیاد مضبوط نہیں رہتی۔

14۔ قرآنی قصہ ابراہیمؑ کے اخلاقی و فکری پہلو

توحید اور استقامت

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت توحید خالص اور استقامت کی زندہ مثال ہے۔ آپ نے اس ماحول میں آنکھیں کھولیں جہاں کفر و شرک، انسان کی خدائی اور ظلم و جبر کا دور دورہ تھا، لیکن آپ نے ماحول کے اثرات کو قبول نہیں کیا اور کم عمری میں ہی پورے معاشرے میں ایک ہمنوا کے نہ ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا پرچم بلند کیا۔ آپ نے اپنے باپ آزر اور اپنی قوم کو باطل پرستی سے روکتے ہوئے نہایت صاف الفاظ میں اعلان فرمایا: "إِنِّي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيُجِدُّنِي"⁸⁴۔ اس جرات ایمانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم نے آپ کو نمرود کی آگ میں پھینک دیا، مگر آپ نے استقامت کا دامن نہ چھوڑا اور اللہ کے حکم سے آگ ان کے لیے گلزار بن گئی۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "حنیف" (یکسو) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے، جو ہر باطل سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف متوجہ ہونے والے تھے اور شرک سے بالکل بیزار تھے۔ یہی یکسوئی اور استقامت تھی جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا بھر کی امامت کے مقدس منصب سے سرفراز فرمایا: "وَإِذْ أَبْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ فَقَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا"⁸⁵۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ انسان کو سکھاتا ہے کہ حق کی نشر و اشاعت اور باطل کے مقابلے میں ثابت قدمی ہی وہ راستہ ہے جو انسان کو اللہ کی خاص عنایتوں کا مستحق بنا دیتا ہے۔

قربانی اور ایثار

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی قربانی و ایثار کے روشن ترین مرتع سے عبارت ہے، جن میں سب سے عظیم واقعہ اپنے جگر گوشہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں خواب میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو باپ بیٹے دونوں نے بے چوں و چرا اس حکم کو تسلیم کر لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: "يَبْنِيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ"⁸⁶۔ اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تاریخی جواب تھا: "يَا أَبَتِ أَفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ"⁸⁷۔ جب دونوں نے اس عظیم آزمائش میں کامل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کو قبول فرماتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں ایک مینڈھا بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ"⁸⁸۔ یہ قربانی اللہ کو اس قدر پسند آئی کہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ملت ابراہیمی کا شعار قرار دے دیا گیا اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے قربانی کا حکم جاری ہوا۔ اس واقعہ سے انسانیت کو یہ عظیم درس ملتا ہے کہ اللہ کی رضا کے head آ کسی بھی قربانی کی کوئی قیمت نہیں، خواہ وہ انسان کی عزیز ترین متاع ہی کیوں نہ ہو۔

صبر اور دعا کی تعلیم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت صبر اور دعا کے گہرے رشتے کو بھی واضح کرتی ہے۔ آپ کی پوری زندگی آزمائشوں سے عبارت تھی، جن میں ہر ایک میں آپ نے صبر کا دامن تھامے رکھا۔ نمرود کی آگ ہو، وطن سے ہجرت کا صدمہ ہو، بیوی اور شیر خوار بچے کو بے آب و گیہ وادی میں اللہ پر چھوڑنے کا غم ہو، یا پھر اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کا حکم ہو۔ ہر امتحان میں آپ نے صبر و استقامت کا ثبوت دیا۔ انہی آزمائشوں کے دوران آپ کی زبان پر دعا کے کلمات جاری رہے۔ قرآن مجید نے ان کی اس صبر آزمائش کی مثال میں مانگی گئی ایک جامع دعا محفوظ کی ہے: "رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُغْلِي وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ"⁸⁹۔ مکہ کی سنسان وادی میں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑتے وقت آپ نے یہ دعا فرمائی: "رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ"

⁸² ایاز اختر، تدوین حدیث: مستشرقین کے اعتراضات کے تناظر میں تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ، (قصور: جامعہ الحبیب، 2022)، ص 78

⁸³ John Wansbrough, Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation, (Oxford: Oxford University Press, 1977), p. 158

⁸⁴ سورة الزخرف: 26-27

⁸⁵ سورة البقرة: 124

⁸⁶ سورة الصافات: 102

⁸⁷ سورة الصافات: 102

⁸⁸ سورة الصافات: 107

⁸⁹ سورة ابراهيم: 38

بَيْنَكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ⁹⁰۔ اس دعا کا نتیجہ زم زم کے چشمے کی صورت میں نکلا جو آج بھی لاکھوں انسانوں کی پیاس بجھا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر اور دعا در حقیقت ایمان کے دو متوازی ستون ہیں جو انسان کو ہر قسم کی آزمائش میں ثابت قدم رکھتے ہیں۔

15۔ نتیجہ اور سفارشات

تحقیق کے اہم نتائج

اس تحقیقی مطالعے سے متعدد اہم نتائج سامنے آئے ہیں جو قرآنی قصہ ابراہیم علیہ السلام کی گہرائی اور جامعیت کو واضح کرتے ہیں۔ سب سے پہلا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کو توحید خالص کی زندہ مثال کے طور پر پیش کیا ہے، جس میں استقامت اور ثابت قدمی کے تمام پہلو نمایاں ہیں۔ دوسرا اہم نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ قربانی اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ اس میں ایثار، تسلیم و رضا، اور اللہ کی محبت میں سب کچھ قربان کر دینے کے گہرے اخلاقی پہلو پوشیدہ ہیں۔ تیسرا اہم نتیجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت صبر و شکر اور دعا و مناجات کا ایک مکمل نظام پیش کرتی ہے، جو انسانی زندگی کے تمام مراحل میں رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ چوتھا اہم نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے قصہ ابراہیم کو اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ ہر دور کے انسان کے لیے قابل فہم اور قابل عمل ہے، خواہ وہ کسی بھی مذہب یا تہذیب سے تعلق رکھتا ہو۔ پانچواں اہم نتیجہ یہ ہے کہ مستشرقین کے اعتراضات کا جواب قرآن مجید کے اندر ہی موجود ہے، بشرطیکہ قرآن کو اس کے صحیح تناظر میں سمجھا جائے۔

مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات کا خلاصہ

مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے بیشتر اعتراضات یا تو قرآن مجید کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہیں، یا پھر تاریخی اور لسانی دلائل کے جزوی استعمال پر مبنی ہیں۔ مستشرقین کا بنیادی اعتراض قرآن کے قصص کی تاریخی حیثیت کے بارے میں ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کا بنیادی مقصد تاریخ بیان کرنا نہیں بلکہ ان واقعات سے اخلاقی اور روحانی درس دینا ہے۔ دوسرا اہم اعتراض قربانی اسماعیل علیہ السلام کے واقعے کے بارے میں ہے، جس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے اس واقعے کو ایمان و تسلیم کی اعلیٰ ترین مثال کے طور پر پیش کیا ہے نہ کہ محض ایک تاریخی واقعے کے طور پر۔ تیسرا اعتراض قرآن کے اسلوب اور ترتیب کے بارے میں ہے، جس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کا اسلوب الہامی ہے اور اس کی ترتیب بھی الہامی ہدایت کے مطابق ہے۔ چوتھا اعتراض قرآن اور بائبل کے قصص میں مماثلت کے بارے میں ہے، جس کا جواب یہ ہے کہ دونوں کا منبع ایک ہی ہے، اس لیے مماثلت فطری ہے، لیکن قرآن نے ان واقعات کو تحریف سے پاک شکل میں پیش کیا ہے۔

آئندہ تحقیق کے لیے سفارشات

آئندہ تحقیق کے لیے کئی اہم سفارشات پیش کی جاسکتی ہیں۔ سب سے پہلی سفارش یہ ہے کہ قرآن مجید کے قصص کا مطالعہ جدید اسلوب میں کیا جائے، جس میں تاریخی، لسانی، اور نفسیاتی پہلوؤں کو یکساں طور پر پیش کیا جائے۔ دوسری اہم سفارش یہ ہے کہ مستشرقین کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے علمی اور معروضی انداز اپنایا جائے، جس میں جذباتیت سے پرہیز کیا جائے۔ تیسری سفارش یہ ہے کہ قرآن کے قصص کے اخلاقی پہلوؤں پر خصوصی توجہ دی جائے اور انہیں جدید تعلیمی نظام کا حصہ بنایا جائے۔ چوتھی سفارش یہ ہے کہ بین المذاہب مکالمے کے فروغ کے لیے قرآنی قصص کا تقابلی مطالعہ کیا جائے، تاکہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان باہمی افہام و تفہیم پیدا ہو سکے۔ پانچویں سفارش یہ ہے کہ نئی نسل تک قرآنی قصص کی صحیح تعلیمات پہنچانے کے لیے جدید ذرائع ابلاغ کو مؤثر طریقے سے استعمال کیا جائے۔ چھٹی سفارش یہ ہے کہ قرآنی قصص کی روشنی میں انسانیت کے اجتماعی مسائل کے حل کے لیے رہنمائی حاصل کی جائے۔